VOL- 9, ISSUE-1, 2025

Al-Safiir

https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal

2709-605X Online ISSN

2709-6041 Print ISSN

Parveen Shakir's Concept of Woman

پروین شاکر کا تصورِ عورت

Saima Khan[1]

Ph.D Scholar, Department of Urdu, GC University Faisalabad

Dr. Mamuna Subhani[2*]

Associate Professor, Department of Urdu, GC University, Faisalabad

(Cooresponding Author)

Abstract

Parveen Shakir's poetry presents the concept of woman in Urdu literature from a unique and profound perspective, where feminine consciousness, love, separation, social rebellion, and romanticism intertwine to reflect the inner and outer world of a woman. In her work, a woman is not merely a victim or a romantic figure; rather, she emerges as a self-aware, resistant, and dignified entity who raises her voice against societal oppression, gender biases, and masculine exploitation. Drawing from her personal experiences, particularly the failure of her marriage and the anguish of loneliness, Parveen Shakir blends these with the emotional and psychological dimensions of womanhood, transforming her poetry into a collective voice for the Eastern woman. Her poetic collections—"Khushboo" (1977), "Sad Barg" (1980), "Khud Kalami" (1990), "Inkaar" (1990), and "Kaf-e-Aaina" (1994) portray the multifaceted roles of a woman as a mother, daughter, wife, and an independent being with remarkable beauty and sensitivity. Her poetry captures a woman's innocent desires, the complexities of adult life, the experiences of union and separation, and protests against social injustices with artistic finesse. This paper examines the diverse facets of Parveen Shakir's concept of woman, highlighting how she not only portrays a woman's vulnerability but also underscores her strength and autonomy, making her poetry a luminous example of feminist thought.

Keywords: Parveen Shakir, Feminine Consciousness, Love, Separation, Loneliness, Social Rebellion, Romanticism, Gender Bias, Self-Awareness, Eastern Woman, Social Exploitation.

کلیدی الفاظ: پروین شاکر، نسائی شعور، محبت، جدائی، تنہائی، معاشرتی بغاوت، رومانویت، صنفی تعصب، خود آگہی، مشرقی عورت، سماجی استحصال.

پروین شاکر، 24نومبر 1952ء کو کراچی، پاکستان میں پیدا ہوئیں۔ان کا تعلق ایک علمی اور ادبی گھرانے سے تھا۔ان کے والد سید شاکر حسن بھی شاعر تھے اور ثاقب تخلص استعمال کرتے تھے۔پروین شاکر کی تعلیمی زندگی بھی ان کی ذہانت اور قابلیت کی عکاس ہے۔انھوں نے جامعہ کراچی سے انگریزی ادب اور لسانیات میں گریجویشن اور پھر دونوں مضامین میں ایم اے کی ڈگریاں حاصل کیں۔اس کے علاوہ، انھوں نے 1991ء میں ہارورڈ یونیورسٹی سے پبلک ایڈمنسٹریشن میں ماسٹرز اور پی ایچ ڈی کا مقالہ ''جنگ میں ذرائع ابلاغ کا کردار'' لکھ کر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔انھوں نے نو سال تک بطور مدرس

VOL- 9, ISSUE-1, 2025

Al-Safiir

https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal

2709-605X Online ISSN

2709-6041 Print ISSN

تدریس کے فرائض انجام دیے اور بعد میں سول سروس آف پاکستان کا امتحان پاس کر کے محکمہ کسٹمز میں شمولیت اختیار کی، جہاں وہ ترقی کرتے ہوئے پرنسپل سیکریٹری کے عہدے تک پہنچیں۔(1)

پروین شاکر نے شاعری کی ابتداء پندرہ سال کی عمر میں کی اور ابتدا میں ''بینا'' کے قلمی نام سے لکھا، لیکن بعد میں اپنے اصلی نام سے مشہور ہوئیں۔ان کی شاعری میں احمد ندیم قاسمی کی سرپرستی نے اہم کردار ادا کیا، اور ان کا بیشتر کلام ان کے رسالہ ''فنون'' میں شائع ہوتا رہا۔انھوں نے اپنی مختصر زندگی میں اردو شاعری کو پانچ شعری مجموعوں سے نوازا، جن میں ''خوشبو'' (1977ء)، ''صد برگ'' (1980ء)، ''خود کلامی'' (1990ء)، ''انکار'' (1990ء)، اور ''کفِ آئینہ'' (1994ء) شامل ہیں۔ان کا کلیات ''ماہِ تمام'' ان کی وفات کے دو ماہ بعد ایجوکیشنل بک ہاؤس دہلی نے شائع کیا۔ان کی شاعری کے پہلے مجموعے ''خوشبو'' نے انہیں بے پناہ شہرت بخشی اور اسے حکومت پاکستان کی طرف سے آدم جی ایوارڈ سے نوازا گیا۔

ان کی ذاتی زندگی خوشیوں اور غموں کا ایک امتزاج تھی۔پروین شاکر کی شادی ان کے خالہ زاد بھائی سید نصیر علی سے ہوئی، جن سے ان کا ایک بیٹا، سید مراد علی، پیدا ہوا۔تاہم، میاں بیوی کے درمیان عدم ہم آہنگی کے باعث یہ شادی طلاق پر منتج ہوئی۔اس سانحے نے ان کی شاعری میں گہرے کرب اور تنہائی کے رنگ بھر دیے۔بدقسمتی سے، 26 دسمبر 1994ء کو صرف 42 سال کی عمر میں ایک کار حادثے میں ان کی وفات ہو گئی۔ان کی اچانک موت نے اردو ادب کے لیے ایک ناقابل تلافی خلا چھوڑ دیا۔

پروین شاکر کی شاعری کا بنیادی موضوع عورت کے جذبات، محبت، اور معاشرتی رویوں کے تناظر میں اس کی حیثیت رہا۔انھوں نے عورت کے اندرونی کرب، محبت کی شدت، اور معاشرتی پابندیوں کو اپنی شاعری میں اس خوبصورتی سے بیان کیا کہ ان کا کلام ایک مشرقی عورت کی آواز بن گیا۔ان کی شاعری میں محبت، عورت، اور نسوانی جذبات کی عکاسی ملتی ہے۔پروین شاکر کی شاعری میں نسوانی انا، خواہش، اور انکار کو سادہ الفاظ میں بیان کیا گیا ہے، جو ان کی شاعری کو منفرد بناتا ہے۔

پروین شاکر کی شاعری اردو ادب میں تصورِ عورت ایک منفرد اور گہرے زاویے سے پیش کرتی ہے۔ان کے کلام میں عورت کے جذبات، احساسات، اور مختلف معاشرتی مراحل کی عکاسی اس طرح کی گئی ہے کہ قاری کو عورت کے کردار کی نئی جہات کا ادراک ہوتا ہے۔پروین شاکر نے اپنے فن پاروں میں معاشرتی بندشوں، صنفی تعصبات، اور مردانہ استحصال کے خلاف ایک مضبوط آواز بلند کی ہے، مگر ان کا اسلوب نہایت نرم اور مدھم لہجے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے۔ان کے کلام میں عورت کی مظلومیت کے ساتھ ساتھ اس کی خود مختاری، عزم اور احتجاج کے پہلو بھی نمایاں ہیں، جو ان کی شاعری کو ایک سماجی اور نسوانی شعور کا آئینہ بناتے ہیں۔پروین شاکر نے اپنی شاعری میں عورت کے مختلف پہلوؤں کو انتہائی دلکش اور منفرد انداز میں پیش کیا ہے۔ان کے کلام میں نوعمر لڑکیوں کے معصوم جذبات سے لے کر بالغ عورت کے پیچیدہ احساسات تک، زندگی کے نشیب و فراز کو بہت خوبصورتی سے بیاں کیا گیا ہے۔ انھوں نے عورت کی زندگی کے ہر دور کو پیش کیا ہے، چاہے وہ بچپن ہو، جوانی، ازدواجی زندگی، یا اس سے آگے کا سفر۔

پروین شاکر کے کلام میں مرد و عورت کے باہمی تعلقات کے مختلف پہلوؤں کو نئے انداز میں اجاگر کیا گیا ہے۔ان کے کلام میں مشرقی روایات کا احترام نظر آتا ہے، مگر اس کے ساتھ ہی انھوں نے عورت کے جذبات و احساسات کو بڑے بے باک اور حساس انداز میں بیان کیا ہے۔ان کے ہاں عورت کا دکھ، اس کی محرومیاں اور اس کے خواب، سبھی ایک نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔پروین شاکر کے کلام میں جہاں محبوب کے ساتھ تعلق کی گہرائی ہے، وہیں

VOL- 9, ISSUE-1, 2025

Al-Safiir

https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal

2709-605X Online ISSN

2709-6041 Print ISSN

ازدواجی رشتے میں محبت ووفا کی عدم موجودگی اور تنہائی کا احساس بھی نمایاں نظر آتا ہے۔ جیسے ان کی نظم ''مقدر'' میں عورت کے اس احساس کو جسے شادی کے بندھن میں باندھ کر سماج نے نظرانداز کر دیا، بڑے سادہ اور مؤثر انداز میں پیش کیا ہے:

میں وہ لڑکی ہوں

جس کو پہلی رات

کوئی گھونگھٹ اٹھا کے کہہ دے

میرا سب کچھ تیرا ہے دل کے سوا (2)

ان کے کلام میں عورت کی سہمی حسرتیں اس کی غلامی کی داستان رقم کرتی ہیں۔ سلگتی مسرتیں دھیرے دھیرے راکھ بن جاتی ہیں۔ دھڑکتے دل کی صدائیں، سرخ ہونٹوں پر جمے مسکراہٹوں کے آثار، گرم رخساروں پر پگھلی شبنم، ڈھلکا ہوا آنچل، سخت بازوؤں میں قید نازک جسم کا لمس، اور وصل کی لذت کا ارتعاش رفتہ رفتہ دھوئیں میں گم ہو جاتے ہیں۔ اس دھوئیں کی گرد سے ایک ایسی شکل ابھرتی ہے جو قدروں کے زوال، سچائی کی مجرمیت، نسوانی فریب، اور استحصال کی علامت بنتی ہے۔ مرد کی عیاری اور ظاہر داری کے سامنے عورت سر جھکاتی دکھائی دیتی ہے، مگر پروین کے ہاں یہ محکومیت تانیثی بغاوت کی چنگاری کو جنم دیتی ہے۔ نظم ''مقدر'' اس کرب کو بخوبی بیان کرتی ہے۔

پروین شاکر نے اپنی نظموں اور غزلوں کے ذریعے عورت کے حقوق کی بات کی ہے، مگر ان کے کلام میں یہ مطالبات شور و غل کے بجائے ایک نرمی اور وقار کے ساتھ سامنے آتے ہیں۔ انھوں نے عورت کی زندگی کی تلخیوں، دکھوں اور اس کے جذبات کو بڑے فنی سلیقے سے شاعری کا حصہ بنایا ہے۔ پروین کی شاعری کا یہ منفرد انداز ان کو اردو شاعری میں ایک اہم مقام دیتا ہے اور ان کی شاعری کو ایک نئی جہت عطا کرتا ہے۔ پروین شاکر کے کلام میں جہاں عورت کی مظلومیت اور معاشرتی مسائل کو بیان کیا گیا ہے، وہیں انھوں نے عورت کو ایک مضبوط اور آزاد خود مختار شخصیت کے طور پر بھی پیش کیا ہے۔ ان کے کلام میں عورت محض قربانی دینے والی ہستی نہیں بلکہ اپنے حقوق اور جذبات کے لئے آواز بلند کرنے والی ایک باوقار شخصیت ہے۔

پروین شاکر کے کلام میں تصورِ عورت ایک منفرد اور گہرا پہلو ہے، جس میں عورت کے جذبات، احساسات، اور سماجی مشکلات کا موثر اور حقیقت پسندانہ عکس پیش کیا گیا ہے۔ پروین شاکر نے عورت کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اپنی شاعری میں بیان کیا ہے اور ان کی مشکلات کو نہایت خوبصورتی سے نمایاں کیا ہے، خاص کر ہجر و وصال، تنہائی، محبت کی پیچیدگیوں، اور معاشرتی بے انصافی جیسے موضوعات پر ان کی شاعری عمیق مشاہدے کی عکاسی کرتی ہے۔ پروین شاکر کے نزدیک ہجر اور وصال کے تجربات نہ صرف جذباتی پیچیدگیوں بلکہ عورت کی انفرادی اور نفسیاتی کیفیات کا بھی عکاس ہیں۔ وہ ہجر کو ایک نہ ختم ہونے والی رات کی مانند دیکھتی ہیں جس میں درد اور تنہائی کا گہرا احساس شامل ہوتا ہے۔ ہجر کی اذیت اور تنہائی کے کرب کو وہ یوں بیان کرتی ہیں:

وہ رات کاٹنی کوئی آسان بھی نہ تھی

پر کیا ہوا کہ صبح تلک جان بھی نہ تھی (3)

یہاں پروین شاکر ہجر کی طویل رات کو ایک ایسی صورت میں پیش کرتی ہیں جہاں صبح کا انتظار مشکل اور دردناک ہے، گویا ہجر کی کیفیت ایک مسلسل اذیت کا سامنا ہے۔ ان کے ہاں ہجر کا یہ کرب عورت کے جذباتی پیچ و خم کو نمایاں کرتا ہے، جہاں وہ تنہائی اور جدائی کو عورت کی زندگی کا ایک ناگزیر حصہ سمجھتی ہیں۔ پروین شاکر کے کلام میں عورت کی نفسیات اور اس کے جذبات کو نہایت گہرائی سے بیان کیا گیا ہے، خاص طور پر وہ جذبات جو مردوں کی استحصالی ذہنیت کے

VOL- 9, ISSUE-1, 2025
Al-Safiir
https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal
2709-605X Online ISSN
2709-6041 Print ISSN

تحت عورت کو ''گڑیا'' کی طرح تصور کرتے ہیں۔ نظم ''نک نیم'' میں پروین شاکر نے مرد کے اس رویے کو شدید طنز کا نشانہ بنایا ہے جس میں عورت کو محض ایک کھلونا سمجھا جاتا ہے:

تم مجھے گڑیا کہتے ہو
ٹھیک ہی کہتے ہو
کھیلنے والے سب ہاتھوں کو میں گڑیا ہی لگتی ہوں (4)

یہ اشعار اس تصور کو عیاں کرتے ہیں کہ مرد کی نظر میں عورت ایک بے جان شے ہے، جسے جب چاہے استعمال کیا جائے اور جب دل بھر جائے تو چھوڑ دیا جائے۔ یہاں پروین شاکر نے عورت کے وجود کو اس طرح پیش کیا ہے کہ وہ محبت میں اپنی شناخت کھو دیتی ہے اور محض ایک ''گڑیا'' کی طرح کسی کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن کر رہ جاتی ہے۔ پروین شاکر نے اپنی شاعری میں صرف اعلیٰ طبقے کی عورت کے جذبات کو موضوع نہیں بنایا بلکہ انھوں نے متوسط اور نچلے طبقے کی عورت کے مسائل کو بھی اپنے کلام میں جگہ دی ہے۔ ان کی نظم ''بشیرے کی گھر والی'' میں انھوں نے نچلے طبقے کی عورت کی زندگی کی سختیوں، محرومیوں، اور مجبوریوں کو بیان کیا ہے۔ اس نظم کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

سمے کے ہاتھوں ہوتا رہے گا
کب تک یہ اپمان
ایک نوالہ روٹی،
ایک کٹورے پانی کی خاطر
دیتی رہے گی کب تک تو بلیدان! (5)

یہ اشعار عورت کی روزمرہ زندگی کے اس جدوجہد کو واضح کرتے ہیں جہاں وہ غربت اور افلاس کا سامنا کرتی ہے اور اپنی بقا کے لیے دن رات قربانیاں دیتی رہتی ہے۔ یہاں پروین نے عورت کو مظلوم اور محکوم دکھایا ہے، جو زندگی کی بنیادی ضروریات کے لیے جدوجہد کرتی ہے اور ہمیشہ سماج کے ظلم و ستم کا شکار ہوتی ہے۔ یہ نظم ایک سماجی حقیقت کی عکاسی ہے جہاں غربت عورت کے کردار کو نہ صرف محدود کرتی ہے بلکہ اسے ظلم کا نشانہ بھی بناتی ہے۔ پروین شاکر نے اپنی شاعری میں سماجی استحصال اور مردانہ ذہنیت کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ ان کی نظم ''پوسٹ ڈنر آئیٹم'' میں وہ اس ذہنیت کو بیان کرتی ہیں جہاں مرد عورت کو صرف اپنی تفریح کے ایک جزو کے طور پر دیکھتا ہے۔ ان کے یہ اشعار اس طنزیہ انداز کو نمایاں کرتے ہیں:

اس پسندیدگی کا بہت شکریہ
اب یہ فرمائیں، کیا پیش ہو
چائے، کافی کہ شاعر! (6)

یہ اشعار اس حقیقت کی نشاندہی کرتے ہیں کہ مردانہ معاشرت میں عورت کو محض ایک شے سمجھا جاتا ہے جسے استعمال کے بعد فراموش کر دیا جاتا ہے۔ اس میں پروین نے ان ذہنی رویوں کو ہدف بنایا ہے جو عورت کو اس کے احساسات اور اس کی اہمیت سے محروم کر دیتے ہیں۔ یہاں ان کے کلام میں طنز کا پہلو نمایاں ہوتا ہے، جو نہ صرف معاشرتی تلخیوں کی طرف اشارہ کرتا ہے بلکہ عورت کی اس فریاد کو بھی نمایاں کرتا ہے جو سماج میں اس کے حق کی آواز بن کر ابھرتی ہے۔ علاوہ

VOL- 9, ISSUE-1, 2025

Al-Safiir

https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal

2709-605X Online ISSN

2709-6041 Print ISSN

ازیں پروین شاکر کے کلام میں انحراف اور بغاوت کا پہلو خاصا واضح ہے، جس میں وہ عورت کی سماجی ناانصافی کے خلاف آواز بلند کرتی ہیں۔اس کی بہترین مثال ان کی نظم ''نوشتہ'' میں ملتی ہے، جہاں ایک طلاق شدہ ماں کے تجربات اور دکھوں کو بیان کیا گیا ہے۔اس نظم میں وہ اپنے بیٹے کو اپنے درد بھرے تجربات کی روشنی میں نصیحت کرتی ہیں کہ سماج کی جانب سے کس طرح ماں کے کردار کو نشانہ بنایا جاتا ہے اور اسے طلاق یافتہ ہونے کی قیمت چکانی پڑتی ہے:

مرے بچے!

ترے حصے میں بھی یہ تیر آئے گا

تجھے بھی اس پدر بنیاد دنیا میں بالآخر

اپنے یوں مادرِ نشاں ہونے کی،اک دن

بڑی قیمت ادا کرنی پڑے گی!(7)

یہ اشعار ایک ایسے سماجی مسئلے کی نشاندہی کرتے ہیں جہاں باپ کے بغیر بچے کی پرورش کرنے والی ماں کو ہر قدم پر سماج کے سوالات اور تنقید کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔پروین شاکر کی یہ نظم ایک کڑوی حقیقت کو بے نقاب کرتی ہے اور انحراف اور بغاوت کے جذبے کو نمایاں کرتی ہے۔پروین شاکر نے خواتین کے حقوق اور آزادی کو اپنی شاعری میں ایک خاص مقام دیا ہے۔ان کی نظم ''ناٹک'' خواتین کے عالمی سال کے موقع پر معاشرتی منافقت کو بے نقاب کرتی ہے، جہاں خواتین کو محدود وقت کے لیے آزادی کا جھانسہ دیا جاتا ہے، مگر اس آزادی کا اختتام جلد ہی ایک ناٹک کی طرح ہوتا ہے۔ نظم میں وہ کہتی ہیں:

خواب کی حکمرانی میں کتنا تسلسل رہے

احمق لڑکی!

گھر واپس آجاؤ

ناٹک ختم ہوا! (8)

یہ اشعار اس بات کی عکاسی کرتے ہیں کہ خواتین کی آزادی کے بلند و بانگ دعوے محض دکھاوا ہیں، اور جیسے ہی خواتین کو آزادی ملتی ہے، انہیں دوبارہ پدر سری سماج کی زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔پروین شاکر اس نظم کے ذریعے خواتین کی حقیقی آزادی اور حقوق کی حمایت کرتی ہیں اور اس دوغلے پن کو نشانہ بناتی ہیں جس کے تحت آزادی کو ایک ناٹک کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

پروین شاکر کی نظم ''ایک بُری عورت'' میں تصورِ عورت معاشرتی تضادات اور مردانہ سماج کی منافقت کو سامنے لاتا ہے۔اس نظم میں ایک ایسی عورت کی تصویر کشی کی گئی ہے جو اپنی آزاد حیثیت اور دلکش جسمانی خوبصورتی کے سبب مردانہ معاشرتی اصولوں کے خلاف کھڑی ہے۔ نظم کی ابتدائی سطور میں عورت کو ایک ''مطربہ'' یعنی گانے والی قرار دیا گیا ہے، لیکن وہ صرف اپنی آواز کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے جسم اور حسن کی بدولت سماج کو اپنی جانب کھینچتی ہے۔یہ خوبصورتی ''قدیم لوک داستان'' کی طرح ہے، جو لوگوں کے لاشعور کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔شاعرہ نے اس تصور کو گہرائی سے بیان کیا ہے کہ کس طرح معاشرتی توقعات سے آزاد یہ عورت سماج کی نظروں میں بری قرار دی گئی ہے، کیونکہ وہ روایتی حدود سے باہر قدم رکھتی ہے اور اپنے حسن و جوانی کا اظہار کرتی ہے:

VOL- 9, ISSUE-1, 2025

Al-Safiir

https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal

2709-605X Online ISSN

2709-6041 Print ISSN

وہ اگرچہ مطربہ ہے

لیکن اُس کے دام صوت سے زیادہ

شہر اس کے جسم کا اسیر ہے

وہ آگ میں گلاب گوندھ کر کمال آذری سے پہلوی تراش

پانے والا جسم

جس کو آفتاب کی کرن جہاں سے چومتی ہے

رنگ کی پھوار پھوٹتی ہے!

اُس کے حسن بے پناہ کی چمک

کسی قدیم لوک داستان کے جمال کی طرح

تمام عمر لاشعور کو اسیر رنگ رکھتی ہے! (9)

پروین شاکر نے اس نظم میں عورت کے جسمانی حسن کے ارد گرد پیدا ہونے والے معاشرتی رد عمل کو بھی واضح کیا ہے۔ مرد اس کے حسن کی کشش سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں اور حتیٰ کہ اس سے گزرنے والی نہر کو بھی "نجس" قرار دے دیا گیا ہے۔ عورت کی دلکشی اور اس کی موجودگی سے معاشرے کے پاکیزہ اور نیک تصور کو خطرہ محسوس ہوتا ہے، لہذا، نیک مرد اسے خوف کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ نظم میں ایک اور پہلو وہ ہے جس میں مائیں اپنی بیٹیوں کو اس عورت کی خوبصورتی سے بچنے کے لیے دعا دیتی ہیں کہ وہ بدصورت ہوں۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حسن کے معیار اور مردانہ سماج کی قدریں خواتین کے بیچ حسد اور عدم تحفظ پیدا کرتی ہیں۔ شاعرہ نے اس جذباتی و نفسیاتی پہلو کو بھی بیان کیا ہے کہ عورت کا حسن مردوں کے لیے کشش اور دھڑکن بن جاتا ہے، جبکہ خواتین کے لیے خوف اور نفرت کا سبب۔

پروین شاکر نے اس نظم میں عورت کے انحراف کو جرم کی شکل میں دکھایا ہے۔ وہ مردانہ سماج کے اصولوں کو نہیں مانتی اور ان کے لیے آزمائش بن جاتی ہے۔ اس کے قرب کے سبب معاشرہ اسے "بُری" قرار دیتا ہے اور اس سے بچنے کی تدابیر اپناتا ہے۔ مرد اس کی گلی سے گزرتے وقت اپنی عصمتیں بچانے کی کوشش کرتے ہیں، جیسے کہ وہ گلی کے ہر کونے سے خطرہ محسوس کرتے ہوں۔ اس نظم میں پروین شاکر نے عورت کے اس کردار کو پیش کیا ہے جو سماجی اصولوں سے انحراف کرتی ہے اور اپنی شناخت کو ایک طاقتور، آزاد، اور پر کشش شخصیت کے طور پر پیش کرتی ہے۔ شاعرہ نے معاشرتی رویوں اور مردانہ ذہنیت کو بے نقاب کیا ہے، جو عورت کو اس کی خواہشات، آزادی، اور حسن کی بنا پر برا قرار دیتی ہے۔ بقول ڈاکٹر محمد تنویر:

"پروین مکمل طور پر انسانی جذبات کی شاعرہ ہیں۔ ان کے خیال سے عورت کا وجود ایک مکمل حیثیت کا مالک ہے۔ ان کی نظر میں جب عورت ہونا شرم کی بات نہیں تو پھر عورت کی سوچوں کو اجاگر کرنا بھی شرم کی بات نہیں ہو سکتی۔ جب عورت اور مرد کو یکساں سمجھا گیا تو پھر عورت کے محسوسات کا اظہار جرم کیوں؟ ہو سکتا ہے پروین کا یہ جرات مندانہ قدم اس کے باغی ہونے کی نشاندہی کرتا ہو۔ پھر بھی اس طرح کی ذہنیت

VOL- 9, ISSUE-1, 2025

Al-Safiir

https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal

2709-605X Online ISSN

2709-6041 Print ISSN

بدلے ہوئے دور کے بدلے ہوئے مزاج کی عورت کی آئینہ دار ہے۔

‘‘ (10)

مشرقی معاشرے کی گود میں پلنے والی عورت پروین شاکر کے کلام میں ایک ایسی ہستی ہے جو غیر شعوری طور پر جبر کی زنجیروں میں جکڑی ہے، جہاں آزادی تو درکنار، خیالوں کے دریچوں سے جھانکنا بھی اس کے لیے ممنوع ہے۔ مرد کی حاکمیت کا چادر اس کے سر پر معصومیت کی سند بن کر سجایا جاتا ہے، جبکہ معاشرے کی اخلاقی پابندیاں اس کے حوالے کر کے مرد اپنی سماجی برتری پر فخر جتاتا ہے۔ مگر جہاں عورت کے قدم ڈگمگاتے ہیں یا اس کی اداؤں میں کجی کی جھلک دکھائی دیتی ہے، مرد کی غیرت بیدار ہوتی ہے، حالانکہ یہ قیود اس کے اپنے لیے کبھی لازم نہیں ٹھہرتیں۔ نتیجتاً، عورت پر ظاہرداری کے پہرے بٹھا دیے جاتے ہیں، اور مرد اپنے ذہن کی آزادی کو سربلندی کا تاج بنالیتا ہے۔ پروین شاکر کی نظم ’’ناٹک‘‘ اس دوہرے معیار کو بے نقاب کرتی ہے:

رُت بدلی تو بھنوروں نے تتلی سے کہا

آج سے تم آزاد ہو

پرواز کی ساری سمتیں تمہارے نام ہوئیں

جاؤ، جنگل کی مغرور ہوا کے ساتھ اڑو

بادل کے ہمراہ ستارے چھو آؤ

خوشبو کے بازو تھام کر رقص کرو...

رت بدلی، اور سورج کی کرنوں کا تاج پگھلنے لگا

چاند کے ہاتھ دعا کے حرف بھول گئے

ہوا کے لب برفیلے سموں میں نیلے پڑ کر اپنی صدائیں کھو بیٹھے

اپنے کالے ناخنوں سے تتلی کے پر نوچ کے بولے

احمق لڑکی، گھر واپس آ جاؤ

ناٹک ختم ہوا! (11)

یہ نظم عورت کے لیے آزادی کے جھوٹے وعدوں اور معاشرتی حقیقت کی کھوکھلی تصویر پیش کرتی ہے۔ پروین شاکر کے ہاں عورت کا تصور ان کی زندگی کے مشاہدات اور تجربات سے جنم لیتا ہے، جو ایک شکستہ داستان کی مانند ہے۔ جب یہ نازک احساسات کی شاعرہ ازدواجی مسائل اور گھریلو الجھنوں کے گہرے سمندر سے گزرتی ہے، تو اس کا حساس دل عورت کی شکل اختیار کرتا ہے۔ وہ اپنے اردگرد کو دیکھتی ہے تو نوخیز مسرتیں مرجھائی دکھائی دیتی ہیں، اور اس کے حصے کی زرخیز زمین تنگ گلیوں میں سمیٹ دی جاتی ہے۔ خواہشات سے محروم یہ عورت جب دہلیز پار کرتی ہے، تو معاشرے کا اصلی روپ اس کے سامنے آتا ہے۔ اس روشنی میں ان کی تخلیقی روح جاگتی ہے، اور موضوعات کی ایک قطار ان کے قلم سے پھوٹتی ہے۔ معاشرہ بے نقاب ہوتا ہے، اور حقیقت لفظوں کے جادو میں لپٹ کر نسائی مسائل کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتی ہے۔

VOL- 9, ISSUE-1, 2025

Al-Safiir

https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal

2709-605X Online ISSN

2709-6041 Print ISSN

پروین شاکر کے تصورِ عورت میں نسائی حسیت نوخیز لڑکی اور باشعور عورت کے دوہرے روپ کو سمیٹتی ہے۔ یہ عورت تعلیم یافتہ ہے، حساس ہے، اور خود آگہی اس کی رگ رگ میں دوڑتی ہے۔ وہ محبت میں سب کچھ قربان کرتی ہے، لیکن شریکِ حیات کی محبت سے محرومی اس کے دل کو چھلنی کرتی ہے۔ ذاتی کرب اور ذہنی کشمکش میاں بیوی کے درمیان خلا کو گہرا کرتی ہے، جو جدائی اور تنہائی کے درد کو جنم دیتی ہے۔ ان کے کلام میں عورت مشرقی روایات سے جڑی ہوئی ہے، مگر معاشرتی پابندیوں کے خلاف بغاوت بھی کرتی ہے۔ وہ گھریلو آسائشوں اور شریکِ سفر کے سائے میں رہتے ہوئے بھی محبت کی تشنگی کو محسوس کرتی ہے، اور یہ تشنگی ان کی شاعری میں نسائی مسائل کی فکر کو اجاگر کرتی ہے۔ جدید طرزِ حیات سے متاثر یہ عورت پدری نظام سے انحراف کرتی ہے، اور اپنی شناخت کی تلاش میں سخت فیصلوں سے ٹکراتی ہے، جو تانیثی فکر کی چادر میں ڈھل جاتا ہے۔

پروین کے تصورِ عورت میں رومانویت اور تانیثی فکر کا امتزاج بھی نمایاں ہے۔ وہ ماں کی ممتا اور باپ کی سرپرستی کو اکیلے نبھاتی ہیں، اور سرکاری عہدے پر فائز رہتے ہوئے اپنے بیٹے کے لیے فرائض کو احسن طریقے سے پورا کرتی ہیں۔ اکیلی ماں ہونے کا گہرا احساس ان کے کلام میں جھلکتا ہے، جو عورت کی اندرونی طاقت اور درد کو عیاں کرتا ہے۔ ان کی شاعری میں عورت نہ صرف محبت اور قربانی کی تصویر ہے، بلکہ ایک ایسی ہستی بھی جو معاشرتی جبر کے سامنے اپنی آواز بلند کرتی ہے۔

پروین شاکر نے اپنے مجموعہ ''انکار'' میں عورت کے تصور کو ایک منفرد اور گہرے انداز سے پیش کیا ہے، جہاں نسائی حسیت اور محسوسات نہ صرف ان کی شاعری کا جوہر بنتے ہیں بلکہ عورت کی خود آگہی کو بھی روشن کرتے ہیں۔ ان کے ہاں عورت، خواہ تعلیم یافتہ ہو یا گھر کی چہار دیواری میں سانس لینے والی عام لڑکی، اپنے اندرونی اور بیرونی معمولات کے ساتھ مرکزی حیثیت اختیار کرتی ہے۔ وہ مرد پر مبنی معاشرے کی حاکمیت اور عورت کے سیاسی و سماجی استحصال کے خلاف ایک خاموش لیکن پرزور آواز اٹھاتی ہیں۔ پروین جنسی تفریق، عدم مساوات، اور معاشرتی جبر کی زنجیروں کی منکر ہیں، اور ایک ایسی دنیا کی خوابیدہ ہیں جہاں عورت گھر کے آنگن میں محصور نہ ہو، جہاں عدم توازن کی دیواریں اس کے وجود کو نہ روکیں۔ ان کے موضوعات اور اسلوب میں احتجاج اور انکار کی لہر اس انداز سے سموئی ہے کہ عورت کی زندگی کی فکر انگیزی تانیثی شعور کو نئی عظمت عطا کرتی ہے۔

ان کی شاعری میں عورت کا تصور نسوانیت کے ہر رنگ کو چھوتا ہے، اور اس کی اصلیت کو نئی چمک دیتا ہے۔ ماں، بہن، بیٹی، اور بیوی کے روپ میں عورت کا سراپا ان کے کلام میں سانس لیتا ہے، جو اس کی محبت، قربانی، اور صبر کی تصویر بنتا ہے۔ اگرچہ پروین کی شاعری تانیثیت کی کوئی مستقل روایت نہیں بناتی، اور نہ ہی اردو ادب میں تانیثی تحریک کا کوئی باقاعدہ رجحان مستحکم ہوا، لیکن انھوں نے تانیثی خیالات کو فن کے عروج تک پہنچانے کی بھرپور کوشش کی۔ ان کا کلام ان کی ذاتی سرگزشت، آپ بیتی، اور آبلہ پائی کا آئینہ ہے، جو زندگی کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ ان کے حالات کی عکاسی کرتا ہے۔ ان کی شاعری میں استعاراتی انداز اور علامتی گفتگو ان کے المیاتی ماحول کو سمیٹتی ہے، جہاں عورت سماج کے فرسودہ رسوم کی قید سے لڑتی اور نسائی مسائل کو آئینہ دکھاتی نظر آتی ہے۔ اس کے معصوم جذبات کی چھپن، ذہنی و جسمانی تضاد، تشنہ لبی، اور تلخ حقیقت ان کے کلام میں ایک گہرا شعور جگاتی ہے۔

نظمیں جیسے ''ورکنگ وومن''، ''کنیادان''، ''روز سیاہ''، ''مار گزیدہ''، ''ایک معقول نکاح''، ''خاکمِ بدہن''، ''تک نیم''، ''شگون'' وغیرہ ان کے تصورِ عورت کی گہری عکاسی کرتی ہیں۔ ان نظموں میں عورت کا کردار کبھی مرد کے فریب اور بہلاوے میں گرفتار دکھائی دیتا ہے۔ محبت کے والہانہ تصور میں ڈوبی یہ عورت محبوب کی معمولی توجہ سے مطمئن ہو جاتی ہے، لیکن یہی دل نوازی اس کے دل کو چھلنی کرتی ہے۔ یہ سلسلہ جاری رہتا ہے، اور مرد کا حسنِ سلوک منفی رنگ لے آتا ہے۔ محبوب کی ذرا سی التفات پر عورت کا دل پھول کی طرح کھلتا ہے، مگر یہ خوشی پل بھر میں دھواں بن جاتی ہے۔ جدائی کا

VOL- 9, ISSUE-1, 2025

Al-Safiir

https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal

2709-605X Online ISSN

2709-6041 Print ISSN

کرب اور جذبات کی شدت اسے نسائی چیخوں اور سسکیوں میں غم و غصہ بھرنے پر مجبور کرتی ہے۔ شریکِ حیات کی بیگانگی اسے جذباتی اتھل پتھل میں دھکیل دیتی ہے۔ یاس وامید، مایوسی، حسرت وخواہش، دل سوزی، اضطراب، خوشی کی ہلکی جھلک، اور بے ترتیبی کا ذہنی دباؤان کے کلام میں عورت کے اندرونی انتشار اور نسائی شکست کو عریاں کرتے ہیں۔

پروین شاکر کے کلام میں عورت کا تصور تانیثیت کی مختلف جہتوں سے جڑا ہے۔ وہ محبت میں قربانی دیتی ہے، جدائی کے درد کو صبر سے سہتی ہے، معاشرتی پابندیوں کے خلاف بغاوت کرتی ہے، اور رومانویت کے ساتھ تانیثی فکر کو ملاتی ہے۔ ان کی شاعری میں عورت نہ صرف ایک نازک وجود ہے بلکہ ایک خود آگاہ اور طاقتور ہستی بھی، جو اپنے دکھوں اور خوابوں کو لفظوں میں پروتی ہے۔ ''انکار'' کا یہ سفر عورت کی ذات کو محض ایک کہانی نہیں، بلکہ ایک زندہ حقیقت بناتا ہے، جو معاشرے کے جبر سے لڑتی اور اپنی شناخت کو منواتی ہے۔

پروین شاکر کے کلام میں عورت کا تصور حالات کے بدلتے رنگوں کے ساتھ نئے روپ دھارتا ہے، جہاں شاعرانہ صلاحیتیں اور فنی شعور زندگی کے نشیب و فراز سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ وہ ایک ایسی عورت ہیں جو رشتہ ازدواج کے بندھن میں برسوں تک جکڑی رہیں، اور تنہائی کی سانپ سی راتوں کو اکیلے سر کیا۔ یہ احساس ان کے تخلیقی مزاج پر چھایا رہا، اور ان کی شاعری میں عورت کی جدائی و تنہائی کا کرب گہرے رنگوں میں ابھرتا ہے۔ ان کے کلام میں رشتہ ازدواج کے استوار ہونے کی کوششوں اور ترکِ تعلقات کی تلخ حقیقت کے متبادل مراحل جھلکتے ہیں، جو یہ بتاتے ہیں کہ ان کی زندگی کا رزق شاید یہی تنہائی تھی۔ مگر وہ اس درد میں شریکِ سفر کو تنہا قصوروار نہیں ٹھہراتیں، بلکہ اپنے وجود کو بھی اس کا حصہ دار مانتی ہیں۔

یہاں عورت محبت میں قربانی دیتی ہے، لیکن اس کی خود آگہی اسے اپنی کمزوریوں اور محبوب کی بے مہری دونوں کو تسلیم کرنے پر مجبور کرتی ہے۔

پروین کے ہاں عورت کا تصور محض حسن و عشق کی رومانی دنیا تک محدود نہیں، بلکہ وہ اس کی سماجی و سیاسی تصویر بھی کھینچتی ہیں۔ ان کی شاعری میں عورت کی فطری کیفیات، ذہنی انتشار کے اسباب، معاشرتی رویوں کی پیچیدگیاں، اور متضاد جنسی جذبات نسائی شعور کے آئینے میں چھلکتے ہیں۔ نظم "ورکنگ وومن" اس تصور کی ایک روشن مثال ہے، جہاں عورت کی خود مختاری اور معاشرتی ذمہ داریوں کا امتزاج جھلکتا ہے:

سب کہتے ہیں
کیسے غرور کی بات ہوئی ہے
میں اپنی ہریالی کو خود اپنے لہو سے سینچ رہی ہوں
میرے سارے چمن کی شادابی
میری اپنی نیک کمائی ہے
میرے ایک شگوفے پر بھی
کسی ہوا اور کسی بارش کا بال برابر قرض نہیں ہے
میں جب چاہوں کھل سکتی ہوں
میرا سارا روپ مری اپنی دریافت ہے
میں اب ہر موسم سے سر اونچا کر کے مل سکتی ہوں

VOL- 9, ISSUE-1, 2025

Al-Safiir

https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal

2709-605X Online ISSN

2709-6041 Print ISSN

ایک تناور پیڑ ہوں اب میں

اور اپنی زرخیز نمو کے سارے امکانات کو بھی پہچان رہی ہوں

لیکن میرے اندر کی یہ بہت پرانی بیل

کبھی کبھی، جب تیز ہوا ہو

کسی بہت مضبوط تنے سے لپٹنا چاہتی ہے ! (12)

یہ نظم عورت کی اندرونی طاقت اور معاشرتی جبر کے درمیان کشمکش کو بیان کرتی ہے۔ وہ ایک طرف اپنی خودی کو بلند کرتی ہے، تو دوسری طرف محبت کی رومانویت اسے کسی سہارے کی طرف کھینچتی ہے۔اسی طرح نظموں ''خلش''، ''اتنا معلوم ہے''،اور ''مجھے مت بتانا'' میں عورت کی نفسیاتی پیچیدگیاں، ذہنی دباؤ،اور مزاحمتی جذبہ نمایاں ہوتا ہے، جو اس کے تانیثی شعور کو اجاگر کرتا ہے۔

پروین شاکر کا تعلق ایک جدید معاشرے سے ہے، جہاں عورت کی حالت بدلتے حالات کے ساتھ نئے رنگ اختیار کرتی ہے۔ تعلیم کے حصول کے باوجود وہ اندرونِ خانہ پابندیوں میں جکڑی رہتی ہے،اور جنسی تفریق کے خلاف بغاوت اس کے دل میں پلتی ہے۔ وہ ایک ایسے معاشرے کی خوابیدہ ہیں جہاں مرد و عورت کے درمیان مساوات ہو، مگر جدید طرزِ حیات میں معاشرتی عدم توازن اس خواب کی تکمیل میں رکاوٹ بنتا ہے۔ان کی شاعری میں عورت کے نازک جذبات تانیثی فکر کے ارتقا کی راہ ہموار کرتے ہیں۔ کم سنی کے معصوم عہد سے لے کر پختگی تک کا سفر ان کے کلام میں سنجیدگی اور مزاحمت کی گھن گرج بن کر ابھرتا ہے۔ وہ قدامت پرستی، فرسودہ رسوم،اور جھوٹی شان و شوکت کے خلاف ایک روشن خیال اور باشعور عورت کے روپ میں سامنے آتی ہیں، جو معاشرتی بندھنوں سے نالہ کرتی اور نسائی مسائل کو چھوتی ہے۔ ان کے ہاں عورت کا تصور محض حسیت تک محدود نہیں، بلکہ اس کا ردِ عمل مثبت و منفی پہلوؤں کو عریاں کرتا ہے۔

پروین شاکر کے کلام میں عورت ایک ایسی ہستی ہے جو محبت میں قربانی دیتی ہے، جدائی کے درد کو سہتی ہے، معاشرتی جبر کے خلاف بغاوت کرتی ہے،اور رومانویت کے ساتھ تانیثی فکر کو ملاتی ہے۔ وہ اپنی شاعری میں عورت کی خود آگہی، اس کی طاقت،اور اس کے کرب کو ایک زندہ حقیقت بناتی ہیں، جو سماج کے سامنے ایک سوال کی مانند کھڑی ہوتی ہے۔

پروین شاکر کے کلام میں عورت کا تصور مشرقی معاشرے کی اس تلخ حقیقت سے جڑا ہے، جہاں طوائف کے وجود سے نفرت تو کی جاتی ہے، مگر اس کے وجود میں آنے کی وجوہات پر نگاہ نہیں ڈالی جاتی۔ان کے ہاں عورت جنسی استحصال کی واحد قربانی نہیں، بلکہ اس جرم میں مرد معاشرہ برابر کا شریک ہے۔ جنسی کاروبار کو محض عورت کی ذات پر لاد کر اس کے کردار پر لعن طعن کی جاتی ہے، لیکن پروین اس دوہرے معیار کو چیلنج کرتی ہیں۔اگر عورت کی جنسی تسکین جرم ہے، تو مرد کی خواہشات کی گھناؤنی کوششیں کیوں معاف ہوتی ہیں؟ان کی شاعری مرد و عورت کے درمیان پھیلے خلا کو پاٹنے کی خواہش رکھتی ہے، اور نظم "کنی" اور دیگر تخلیقات میں انھوں نے اس جبر پر روشنی ڈالی، جہاں مرد عورت کو محض تسکین کے دائرے تک محدود رکھتا ہے،اور اپنی خواہشات کو مسلط کرتا ہے۔وہ معاشرے کے ان مردوں پر طنز کے نشتر چلاتی ہیں، جو عورت کے دامن کو چاک کرنے اور اس کی آبرو پر گھات لگانے میں مگن ہیں۔

نظم ''اسٹینو گرافر'' ان کے تصورِ عورت کی ایک گہری عکاسی ہے، جہاں ایک لڑکی کے کردار کے ذریعے ان تمام عورتوں کی دشوار زندگی کو آئینہ دکھایا گیا ہے، جو مجبوری کے بوجھ تلے دبی ہیں۔ مردوں کی ہوس بھری نگاہیں اور جنسی بے راہ روی اس نظم میں معاشرے کی گھناؤنی تصویر بن کر ابھرتی ہیں۔

VOL- 9, ISSUE-1, 2025

Al-Safiir

https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal

2709-605X Online ISSN

2709-6041 Print ISSN

پروین اس حقیقت کو بے نقاب کرتی ہیں کہ جنسی تحفظ کا دکھاوا عورت کے استحصال تک محدود ہو گیا ہے،اور اس کے نسائی شعور کو کچلنے کی سازش رچائی جاتی ہے۔اس نظم میں عورت نہ صرف قربانی کی بھینٹ چڑھتی ہے،بلکہ معاشرتی جبر کے سامنے اپنی خاموش بغاوت کو بھی ثبت کرتی ہے۔

ڈر ڈر کے قدم اُٹھاتی

اک اسٹینو گرافر

اپنے گھر لوٹ آتی ہے

اور ٹوٹی ہوئی دیوار کو تھام کے شاید روز ہی کہتی ہے۔

مالک!

اک دن ایسا بھی آئے

مرے سر پہ چھت پڑ جائے! (13)

اسی طرح، نظم ''لیڈی آف دی ہاؤس'' میں پروین شاکر عورت کی بے چارگی اور محکومیت کو رومانویت اور تانیثی فکر کے امتزاج سے پیش کرتی ہیں۔یہ عورت گھریلو ذمہ داریوں میں جکڑی، شوہر کی فرمانبرداری کو اپنا ایمان سمجھتی ہے،اور اپنی خواہشات کو قربان کرتی چلی جاتی ہے۔ایک دن وہ مرد کی محبت اور رفاقت سے آزاد کر دی جاتی ہے، مگر اس دوچارگی میں اسے اپنی حالت سے شکوہ نہیں۔وہ اسے اپنی قسمت مان کر خاموشی سے قبول کر لیتی ہے، جو اس کے صبر اور تنہائی کی گہرائی کو ظاہر کرتا ہے۔نظم یوں ابھرتی ہے:

سبز ریشمی پردے

اور زرد غالیچہ

کارنیس کے اوپر

صادقین کی تصویر

مغربی دریچے سے

اک ذرا قریں ہو کر

قیمتی پیانو سے

پھول دان اس جانب

میری جان اس جانب

بچے سو چکے ہیں کیا؟

تم بھی تھوڑا دم لے لو

پھر یہ کام کر لینا

خوب یاد آگیا شام سے ذرا پہلے کچھ سنگھار کر لینا

میرے نرم دل محبوب

میری خوشنما آنکھیں

جن کے شبنمی آنسو

تیرے مسکراتے لب

چومتے نہیں تھکتے

کیا اگر تیری ہوتیں

(تیری ملکیت ہوتیں)

اس قدر حسیں لگتیں؟

تیرا دل یونہی دکھتا؟

مجھ پہ کیا ترس کھانا

میرا کوئی آقا ہو

نام میں بھلا کیا ہے

اس کی دی ہوئی چھت کا

VOL- 9, ISSUE-1, 2025

Al-Safiir

https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal

2709-605X Online ISSN

2709-6041 Print ISSN

بوجھ مجھ کو ڈھونا تھا

اور عمر بھر میرا

یونہی صرف ہونا تھا (14)

یہ نظم عورت کی محبت، قربانی، اور معاشرتی پابندیوں کے سامنے اس کی خاموش جدوجہد کو بیان کرتی ہے۔ پروین کے ہاں عورت ایک ایسی ہستی ہے جو اپنی رومانوی خواہشات کو دل میں سمیٹتی ہے، لیکن معاشرتی جبر اسے اپنی شناخت سے محروم کرتا ہے۔ وہ مرد کی بے وفائی اور استحصال کے سامنے سر جھکاتی ہے، مگر ان کی شاعری اس جبر کے خلاف ایک لطیف بغاوت بنتی ہے۔ ان کا تصورِ عورت نسائی شعور سے بھرپور ہے، جو معاشرے کے دوہرے معیار کو چیلنج کرتا ہے اور عورت کی خود آگہی کو اجاگر کرتا ہے۔ وہ نہ صرف عورت کے دکھوں کی تصویر کشی کرتی ہیں، بلکہ اس کی طاقت اور مزاحمت کو بھی لفظوں میں پروتی ہیں، جو تانیثی فکر کی ایک روشن مثال ہے۔

پروین شاکر کی شاعری میں عورت کا تصور ایک ایسی ہستی کے طور پر ابھرتا ہے جو اپنے وجود، جذبات، اور احساسات سے مکمل طور پر آگاہ ہے۔ ان کی شاعری میں نسائی شعور ایک بنیادی وصف کے طور پر نمایاں ہے، جو عورت کی خود آگہی اور اس کے اندرونی تجربات کو نہ صرف بیان کرتا ہے بلکہ اسے ایک تخلیقی انداز میں پیش بھی کرتا ہے۔ پروین شاکر نے عورت کو محض ایک موضوع کے طور پر نہیں بلکہ ایک ایسی آواز کے طور پر دیکھا جو اپنی ذات کے رازوں کو کھولتی ہے۔ بقول ڈاکٹر رضا محمود:

"پروین شاکر جدید اردو شاعری میں ایک ایسا نام ہے جنھوں نے عورتوں کے
احساسات، جذبات اور قلبی واردات کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا۔۔۔ پروین شاکر
نے اپنی شاعری کے ذریعے عورت کی دلی کیفیات اور ہر وقت محبت سے سرشار ہونے
کا ثبوت پیش کیا ہے۔" (15)

ان کے ہاں عورت نہ صرف اپنے اندر کی لڑکی کو پہچانتی ہے بلکہ اسے معاشرے کے سامنے ایک باوقار انداز میں پیش بھی کرتی ہے۔ ان کی شاعری میں عورت کا نسائی شعور اس وقت اور نمایاں ہوتا ہے جب وہ اپنی زندگی کے مختلف مراحل، جیسے بچپن سے جوانی تک کے سفر، کو اپنے کلام میں بیان کرتی ہیں۔ وہ عورت کی اندرونی کشمکش، اس کی خواہشات، اور خود شناسی کو اس انداز میں پیش کرتی ہیں کہ یہ ایک انفرادی تجربے سے بڑھ کر اجتماعی نسوانی آواز بن جاتی ہے۔ ان کی شاعری میں عورت اپنے وجود کو تسلیم کرنے کا مطالبہ کرتی ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اپنی روایتی مشرقی شناخت کو بھی برقرار رکھتی ہے۔

پروین شاکر کی شاعری میں عورت کا تصور محبت کے پاکیزہ جذبے کے گرد گھومتا ہے، اور اس محبت میں عورت کی قربانی ایک مرکزی موضوع کے طور پر ابھرتی ہے۔ ان کے کلام میں عورت ایک ایسی ہستی ہے جو محبت کے لیے اپنا سب کچھ نچھاور کر دیتی ہے، خواہ اس کا صلہ وفا ہو یا بے وفائی۔ پروین شاکر نے عورت کی اس فطرت کو نہ صرف اپنے تجربات سے سمجھا بلکہ اسے اپنی شاعری میں ایک مشرقی عورت کے روایتی کردار کے طور پر پیش کیا۔ بقول ڈاکٹر رضا محمود:

"ان کی شاعری کے پہلے مجموعہ کلام "خوشبو" سے لیکر آخری مجموعے تک عورت کی
محبت کا سحر دکھائی دیتا ہے کہ ایک عورت کس طرح اپنے شوہر سے محبت کرتی ہے اور
اپنا سب کچھ نچھاور کرنا اپنا فرض سمجھتی ہے۔ (16)"

VOL- 9, ISSUE-1, 2025

Al-Safiir

https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal

2709-605X Online ISSN

2709-6041 Print ISSN

ان کے ہاں عورت محبت کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیتی ہے اور اس کے لیے اپنی انا، خواہشات، اور حتیٰ کہ اپنی ذات کو بھی قربان کر دیتی ہے۔ پروین شاکر کی شاعری میں محبت کا یہ جذبہ ایک طرف عورت کی شدت پسندی کو ظاہر کرتا ہے، تو دوسری طرف اس کی ایثار پسندی کو بھی نمایاں کرتا ہے۔ وہ عورت کو ایک ایسی مخلوق کے طور پر دیکھتی ہیں جو اپنے محبوب کے لیے اپنی خوشیوں کو ترک کر دیتی ہے اور اس کے بدلے میں صرف محبت کی امید رکھتی ہے۔

پروین شاکر کی شاعری میں عورت کا تصور محبت کے بعد جدائی اور تنہائی کے کرب کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ان کے کلام میں عورت ایک ایسی ہستی کے طور پر سامنے آتی ہے جو محبت کی شدت کو تو بخوبی سمیٹ لیتی ہے، لیکن جب یہ محبت جدائی میں بدل جاتی ہے تو اس کے دل میں ایک ناقابل برداشت درد اور تنہائی کا احساس جنم لیتا ہے۔پروین شاکر نے اپنی ذاتی زندگی کے تجربات، خاص طور پر اپنی شادی کے ناکام ہونے اور طلاق کے صدمے کو اپنی شاعری میں اس خوبصورتی سے بیان کیا کہ یہ ایک انفرادی کرب سے بڑھ کر ہر عورت کی آواز بن گیا۔ محمد زبیر لکھتے ہیں:

> "پروین شاکر کی ازدواجی زندگی بہت عرصے تک کامیاب نہ رہ سکی، یہ ان کی زندگی کا
> ایک عظیم ترین سانحہ تھا جس نے انہیں کبھی چین نہ لینے دیا اور ایک ایسے کرب ذات
> میں مبتلا کر دیا جس سے نکل پانا پروین شاکر کے لیے مشکل تھا۔" (17)

ان کی شاعری میں جدائی کا یہ کرب عورت کی زندگی کا ایک لازمی حصہ بن کر ابھرتا ہے، جہاں وہ اپنے محبوب کی بے وفائی یا علیحدگی کو قبول تو کر لیتی ہے، لیکن اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی تنہائی اسے اندر سے توڑ دیتی ہے۔پروین کے ہاں عورت جدائی کے بعد اپنے آپ کو ایک ایسی دنیا میں پاتی ہے جہاں اس کے خواب چکنا چور ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے دکھ کو خاموشی سے سہتی ہے۔

پروین شاکر کی شاعری اردو ادب میں اپنے اندازِ بیان اور لہجے کی نزاکت کے باعث ایک بلند مقام تک جا پہنچی۔وہ اپنے عہد کی نڈر شاعرات میں شمار ہوتی ہیں، جنھوں نے خالص نسوانی آواز کو دلکش اسلوب اور احساسِ فکر کے رنگ میں ڈھال کر صنفِ نازک کی بے چارگی، آواز، اور مسائل کو نہایت خوبصورتی سے بیان کیا۔پروین شاکر نے نسائی جذبات کو منظم کرنے کی بدولت برصغیر کی جدید شاعرات میں ایک منفرد مقام پایا۔انھوں نے غزل اور نظم کی مختلف ہیئتوں میں تانیثی خیالات کی ترجمانی کے لیے اپنی شاعرانہ صلاحیتوں سے بھرپور استفادہ کیا۔ان کے شعری موضوعات میں تانیثیت ایک نمایاں محرک رہی، جو ان کی شاعری کو جدت اور انفرادیت سے مزین کرتی ہے۔انھوں نے نسوانی دکھ، مظلومیت، عصری حسیت، حقوقِ نسواں کی حمایت، اور معاشرتی مساوات کو اپنے شعری قالب میں اس انداز سے ڈھالا کہ یہ موضوعات نہ صرف تخیل کے دائرے میں رہتے ہیں بلکہ حقیقت کے قریب بھی نظر آتے ہیں۔

پروین شاکر کی شاعری ان کی روشن خیالی اور آزاد ذہنیت کی آئینہ دار ہے۔ جہاں انہیں ذاتی طور پر ٹھیس پہنچی، وہاں انھوں نے اپنے قلم سے لفظی احتجاج درج کیا۔ان کے کلام میں شکستِ ذات کا احساس شدت سے ابھرتا ہے، جہاں غمِ جاناں غمِ دوراں میں ڈھل جاتا ہے اور کائنات کا درد بکھرنے لگتا ہے۔ ان کی شاعری میں حسرتوں اور تشنگی کا غلبہ ان کی ذات اور اس معاشرے کی ترجمانی کرتا ہے، جہاں عورت صدیوں سے مرد کے قدموں کی دھول سمجھی جاتی رہی۔ عورت کی مظلومیت اور مرد کی حاکمیت، جو رواجِ زمانہ کے ہاتھوں پروان چڑھی، اس ماحول سے پیدا ہونے والی صورتحال کا حل پروین شاکر نے اپنی شاعری میں تخلیقی طور پر تلاش کیا۔انھوں نے مرد کی متبادل فطرت کو کبھی ہوا، کبھی بادل، کبھی سانپ، اور کبھی بھیڑیے سے تشبیہ دی، لیکن ان کے اندازِ

VOL- 9, ISSUE-1, 2025

Al-Safiir

https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal

2709-605X Online ISSN

2709-6041 Print ISSN

بیان میں غصے سے زیادہ جذبات کی شدت جھلکتی ہے۔جہاں انھوں نے معاشرتی ماحول پر طنز کیا،وہاں اس کے مثبت پہلو انسان کے منفی ارادوں کے مقابلے میں نمایاں ہوتے ہیں۔یہ دھیمی سی احتجاجی آواز تانیثیت کی جہات کو کھولنے میں کامیاب رہی۔

پروین شاکر کی شاعری ایک ایسا آئینہ ہے جو نہ صرف معاشرتی اور صنفی تعصبات کو عیاں کرتا ہے بلکہ عورت کے اندر موجود خود شناسی،مزاحمت اور آزادی کے جذبے کو بھی اجاگر کرتا ہے۔انھوں نے اپنی شاعری کے ذریعے ایک ایسے سماج کا نقشہ کھینچا ہے جہاں عورت اپنی منفرد حیثیت اور حقوق کے لیے آواز بلند کرتی ہے، چاہے وہ مردانہ رویوں کا سامنا ہو یا روایتی سماجی جکڑ بندیوں کا۔پروین شاکر کی شاعری اردو ادب میں عورت کی داخلی دنیا،اس کی پیچیدگیوں،اور اس کے مختلف سماجی ونفسیاتی پہلوؤں کو ایک نئے زاویے سے متعارف کرواتی ہے۔ان کے کلام میں عورت کی روحانی اور جذباتی زندگی کی عکاسی ایک ایسی وراثت ہے جو آنے والے اوقات میں بھی اس ادب میں بلند مقام رکھے گی۔

حوالہ جات

(1) ڈاکٹر رضا محمود،پروین شاکر کی شاعری میں عورت کا مقام،مشمولہ: جہان اردو ریسرچ جرنل،شمارہ: 75،جولائی تا ستمبر ۲۰۱۹ء،ص 124

(2) پروین شاکر،ماہِ تمام،ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس،دہلی،2008ء،ص 97

(3) ایضاً،ص 765

(4) پروین شاکر،صد برگ،ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس،دہلی،1990ء،ص 77

(5) پروین شاکر،انکار،ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس،دہلی،1990ء،ص 155

(6) پروین شاکر،صد برگ،ص 272

(7) پروین شاکر،خود کلامی،ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس،دہلی،س ن،ص 105

(8) پروین شاکر،ماہِ تمام،،ص 278

(9) ایضاً،ص 351

(10) ڈاکٹر محمد تنویر،پروین شاکر کی شاعری؛ایک تنقیدی جائزہ،ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس،دہلی،2014ء،ص 54

(11) پروین شاکر،ماہِ تمام،،ص 278

(12) پروین شاکر،صد برگ،غالب پبلشرز،دہلی،1981ء،ص 113

(13) ایضاً،ص 110

(14) ایضاً،ص 201

(15) ڈاکٹر رضا محمود،پروین شاکر کی شاعری میں عورت کا مقام،ص 124

(16) ایضاً

(17) محمد زبیر،پروین شاکر کی غزلوں میں عورت کا نسائی کرب،مشمولہ: ماہنامہ سب رس،اپریل 2018ء،ص 41